

لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر

مولانا محمد تقی صاحب امینی صدر مدرس دارالعلوم معینہ اجمیر

۳

نظریہ سیاست کے بعد مذہب | غرض جدید دور میں "تاکیا ویلی" کے نظریہ سیاست کے بعد زندگی میں سیاست
ایک مشین میں تبدیل ہو گیا تھا | کی ایک لہر دوڑ گئی اب ہر چیز سیاسی عینک سے دیکھی جانے لگی اور مذہب
ایک مشین یا رسمی علامتوں میں تبدیل ہو گیا۔

ادھر مذہب ہی نمائندوں کی حقیقت بینی کی نگاہیں پہلے ہی سلب ہو چکی تھیں۔ انھوں نے بھی اپنے تحفظ و
بقا کی خاطر اسی سیاسی عینک سے دیکھنے میں غفلت سمجھی۔ پھر اہل سیاست و مذہب دونوں کی مشترکہ مٹائی
سے ایک سیاسی مذہب کی "نمود" ہوئی جسکو فطری مذہب کا نام دیا گیا۔

فطری مذہب کی ترتیب و تدوین میں اہل سیاست ہی کا غلبہ رہا۔ مثلاً بوڈن (BODIN)

ہربرٹ (HERBERT) وغیرہ

ابتداء میں اس مذہب کے سیاسی حدود خال زیادہ واضح نہ تھے اس بنا پر اس کو مذہب دینی کے
بالمقابل نہ سمجھا گیا۔ لیکن جب اس کے نوک پلک درست کرنے کا وقت آیا اور اس کے مطابق عمارت کی
تعمیر ہونے لگی تو اس حقیقت کے باور کرنے میں کوئی دشواری نہ تھی کہ دراصل یہ سیاسی مذہب ہے جو مذہب
وحی کے بالمقابل نمودار ہوا ہے۔

چنانچہ اس مذہب کے فروغ پانے کے بعد اخلاقیات و نفسیات جیسے اہم مذہبی عنوان بھی "دنیاویات"
سے آزاد ہو گئے اور انسانیت کی نئے انداز میں تعمیر و توجہ ہو کر سیاست کو اپنے تقاضہ اور مطالبہ کو پورا
کرنے میں مزید سہولتیں ہو گئیں۔

ذیل میں نو زائیدہ مذہبِ فطرت کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس میں لامذہبیت کے ”جراثیم“ دیکھنے میں سہولت ہو۔

فطری مذہب کی نمود

فطری مذہب کے نام سے سیاسی | فطری مذہب وہ ہے جو تمام خارجی رسوم و روایات سے آزاد ہو اور محض فطرتِ انسانی مذہب کی نمود اور اس کی تعلیمات پر مبنی ہو۔ اس کی تعلیمات درج ذیل ہیں:-

”یوڈن“ اپنے ایک دوست کو توحید کلی کی حمایت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”مذہب کے مختلف خیالات سے گمراہ مت ہو۔ دل و جان سے صرف اسی حقیقت پر قائم رہو کہ سچا مذہب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک پاک روح اپنا رخ خدا کی طرف رکھے یہی میرا مذہب ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہی مسیح کا مذہب ہے۔“

پھر آگے چل کر کہتا ہے:-

”اگر وقتاً فوقتاً اعلیٰ درجہ کے انسان بطور ”اسوہ حسنہ“ نوعِ انسان میں پیدا نہ ہوتے رہیں تو لوگ اب بھی اس میں بھٹکتے پھر رہیں۔ بنی اسرائیل کے بزرگانِ خاندان اور انبیاءِ یونان و روم کے عارف ایسے ہی لوگ تھے۔“

”یوڈن“ افلاطون کی خاص طور پر اس لئے تعریف کرتا ہے کہ اُس نے خدا اور بقائے روح کی تعلیم دی تھی اسکا خیال ہے کہ جو کچھ افلاطون نے شروع کیا تھا اس کو مسیح نے پورا کیا اور اس کے بعد خدا کے منتخب لوگ اسی راستہ کی تعلیم دیتے رہے۔

اس مرحلہ میں مذہبِ وحی کی مخالفت زیادہ واضح نہیں ہے۔ ظاہر نظر میں صرف اتنی بات ہے کہ انبیا و رسل کی اصل حیثیت ختم کر دی گئی ہے۔

مذہبِ فطرت کا ایک مبلغ ٹورالبا ”TORALBA“ کہتا ہے۔

”بہترین مذہب وہی ہے جو قدیم ترین بھی ہو سب سے پہلے انسان نے اپنا علم اور تقویٰ

براہِ راست خدا سے حاصل کیا جب لوگوں نے اس فطری مذہب کو ترک کر دیا جو عقل کے ساتھ ان کی طبیعت میں ودیعت کیا گیا ہے تو وہ گمراہ ہو گئے، فطری قانون اور فطری مذہب انسان کے لئے کافی ہو۔ اس کے علاوہ تمام مذاہب عیسائیت، یہودیت، اسلام اور دیگر غیر عیسوی مذہب سب کے بغیر کام چل سکتا ہو۔ فطری مذہب کے لئے کسی مخصوص تعلیم و تربیت کی ضرورت نہیں ہو۔ انسان اس کے لئے پیدا کیا گیا ہو اور وہ انسان کی فطرت میں موجود ہو۔ جو عقل ہمیں ودیعت کی گئی ہے وہ نیک و بد میں تمیز کر سکتی ہو۔ خاص خاص لوگوں میں یہ مذہبی اور اخلاقی قابلیت دوسروں سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس مبلغ نے زندگی کو ایک ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے جس میں وہ مذاہبِ وحی کے حدود و قیود کی محتاج نہیں رہتی ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے مجھول فطرت اور آزاد عقل کافی ہو لیکن اس بات کی کوئی ضمانت نہیں پیش کی کہ آگے چل کر یہ ”فطرت“ کہیں ”ہوس“ میں نہ تبدیل ہو جائے اور پھر ہوس و عقل دونوں آزادی و مہیا کی کے ساتھ رہنمائی کے فرائض انجام دینے لگیں

لارڈ ہربٹ نے اس مذہب کو | مذہبِ فطرت کو زیادہ وسیع حلقوں سے روشناس کرانے والا اور نفسی و
زیادہ موثر انداز میں پیش کیا تھا | منطقی دلیلوں کے ذریعہ زیادہ مکمل صورت میں پیش کرنے والا لارڈ

”ہربٹ“ (Lord Herbert) ہے۔

”ہربٹ“ نے مذہبِ فطری کی تعلیم کے لئے ایک نظریہ علم قائم کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔
”اگر ہمیں ”صداقت“ کا ادراک ہو سکتا ہے تو اس مقصد کے لئے ضرور ہماری طبیعت میں
کچھ ملکات ہوں گے۔ یہ ملکات ان حقائقِ کلیہ کی بنا پر ہیں جو مختلف مذاہب کے مقابلہ سے
معلوم ہو سکتے ہیں۔“

”حاسہ ظاہری و باطنی اور عقلِ نقاد کے علاوہ ہم میں ایک ”جبلت“ ہے جو ایسے
حقائق تک لے جاتی ہو جو تمام انسانوں میں مشترک ہیں۔

پھر ”جبلت“ کو مختلف انداز سے دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کر کے فطری مذہب کو وہ جبلتِ انسا

پر قرار دیتا ہے اور نہایت نفیس بات کہتا ہے کہ :-

” ہم میں ایسے ملکات و جذبات موجود ہیں جن کے تجربہ کار ”مواد“ ان کے حوصلہ کے موافق میدان

عمل پیش نہیں کرتا ہے۔ نیز ان جذبات کو اس محدود تجربہ سے تسکین بھی نہیں ہوتی ہے

اس بنا پر صرف ایک کامل سردی اور لامحدود ہستی ہی ہماری تسکینِ کامل کا باعث ہو سکتی ہے۔“

ان جذبات کا صحیح معروض خود خدا ہی لہذا بر صیح الفطرت شخص میں یہ ملکہ مذہبی پایا جاتا ہے

گویا اس کا ارتقاء نہایت مختلف طریقوں سے ہو اور وہ کبھی خارجی عبادت میں ظاہر نہ ہو۔“

”ہربرٹ“ پانچ تفسیروں پر مذہب کی بنا قرار دیتا ہے جو اس کے نزدیک ہر جگہ صحیح ہیں۔

(۱) ایک اعلیٰ ترین ہستی الہی کا وجود ہے اس ہستی کی پرستش کرنی چاہیے۔ اس کی پرستش کا سب سے

اہم جزو نیکی و پیارسائی ہے۔

(۲) کفر یہ باتوں اور جرم سے توبہ کرنی چاہیے۔

(۳) اس زندگی کے بعد اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔

(۴) مختلف مذاہب میں برود بات جو ان اعتقادات کی تردید نہیں کرتی بلکہ تائید کرتی ہے اس پر

ایمان لانا چاہیے۔

(۵) اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان کو صحیح نہیں سمجھتے تو یہ اس لئے ہے کہ بہت سے غلط اور نامناسب تصورات

مذاہبِ مروجہ میں داخل ہو گئے ہیں اور بعض لوگ ان سے بیزار ہو کر تمام مذاہب کو حتیٰ کہ مذہبِ فطری کو اڑھکرتے ہیں

ان پانچ میں اصل تین ہیں بقیہ دو اگلیں کی تشریح و توضیح کے لئے ہیں۔ ہربرٹ ان سب کے متعلق

کہتا ہے کہ :- ” مذہب کے لئے یہ پانچ ارکان کافی ہیں ہیں چاہیے کہ انھیں مضبوط پکڑیں اور بحث طلب مآلی کو بر طرف کر دیں۔“

” اُس فطرت کے ذریعہ جس پر مذہبِ فطری کی بنیاد ہے انسان کو ایک مسلسل باطنی وحی ہوتی رہتی ہے۔

جس سے وہ مذہبی پیشواؤں کے پسند و نفاق سے آزاد ہو جاتا ہے۔“

فطری مذہب کی خامیاں و کمزوریاں | ظاہر ہے کہ یہ مذہب کس قدر مختصر اور جواہر و جواہریم کی تفصیلات سے معری ہے

۱۔ تاریخ فلسفہ جدید اول۔

"فطرت" کی وحی کو عملی شکل میں مشکل ہوتے وقت کیا کیا دشواریاں پیش آتی ہیں؟ اور کون کون سے موثرات و محرکات مزاحم بنتے ہیں؟ پھر ان پر قابو پانے کے لئے کیا صورتیں اور تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں؟ ان تمام تشریحات سے یہ مذہب خالی ہے۔ صرف اتنی بات سے کہ "فطرت کے ذریعہ ایک مسلسل باطنی وحی ہوتی رہتی ہے" انسان زندگی کے میدان میں ہوس رانیوں سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟ اور سخت قسم کی مزاحمتوں اور مخالفتوں کا "تور" کئے بغیر کب تک یہ باطنی وحی آتی رہے گی؟ کیا اس مشاہدہ سے انکار کی گنجائش ہے کہ ایسا اوقات مزاحمتوں کے ہجوم میں فطرت کی اصل آواز (وحی) دب جاتی ہو اور اندرون خانہ چھپی ہوئی "ہوس" جو تصویر بناتی ہو اسی کو فطرت کا نام دیدیا جاتا ہے، چونکہ اشخاص کے لحاظ سے ہوس کی بنائی ہوئی تصویریں مختلف ہوتی ہیں۔ اس بنا پر نام نہاد فطرت کی صداؤں میں بھی تفاوت نظر آتا ہے۔ ورنہ اصلی فطرت کی اصلی آواز (وحی) میں اس قدر یکسانیت و ہم آہنگی ہونی چاہیے کہ کسی اور شے میں اس تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مذکورہ پانچ ارکان کا ماخذ "ہربرٹ" کی تعلیم کے مطابق اگر ہم جبلت کو تسلیم کر لیں تو جب تک ان کا طریق ارتقاء نہ واضح کیا جائے گا اس وقت تک کوئی بات بن سکیگی اور نہ مفید نتیجہ برآمد ہو سکا۔

لارڈ ہربرٹ عملاً | اس میں شک نہیں کہ "ہربرٹ" ایک حساس طبیعت و بیدار مغز انسان تھا۔ وہ انسانیت سیاسی آدمی تھا | کی تباہی و بربادی کو ہنسی خوشی برداشت کرتے کئے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے عملاً سیاسی آدمی تھا۔ اس وجہ سے مذہب جیسے اہم نفسیاتی و آفاقی مسئلہ پر بھی خارجی نقطہ نظر سے بحث کرتا تھا۔ داخلی نقطہ نظر ہی حد تک اس کی نظر سے اوجھل تھا۔ اسی کا نتیجہ ہو کہ مذہب فطرت کے نام سے چند چیزیں اجمالی طور پر اس نے پیش کیں۔ بقیہ زندگی کے اور بیشتر حالات و معاملات میں کوئی رہبری نہ کی بلکہ درپردہ بے لگام عقل و ہوس کو رہنما بنانے کی تلقین کی۔

فطری مذہب کی وضاحت کے لئے | اس مذہب نے آگے چل کر کیا گل کھلایا اور لاندہی دور میں یہ کس طرح تبدیل ہوا

نفسیاتی موثرات کی بحث | اس کی تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں آرہی ہو۔ ذیل میں موقع کی مناسبت سے زندگی کے "نفسیاتی موثرات" کی اجمالی بحث کی جاتی ہو تاکہ فطرت اور اس کی مزاحمت کی قوت کا صحیح

اندازہ ہو کہ فطری مذہب "اصلی روپ" میں سامنے اسکے ابتدائی اور بنیادی حیثیت سے چار "موثرات" زندگی میں اہم پارٹ ادا کرتے ہیں

(۱) فطرت (۲) وراثت (۳) ماحول اور (۴) تربیت

فطرت کی تعریف | (۱) فطرت "قبولِ حق" کی قوت و استعداد کا نام ہے جو پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں ہر فرد کو عطا ہوتی ہے۔ اس کی حیثیت "تخم" کی سمجھنا چاہیے جس طرح تخم میں یا لٹوہ نشوونما اور درخت بننے کی استعداد موجود ہوتی ہے اسی طرح فطرت میں نشوونما اور برگ و بار کی استعداد ہوتی ہے۔ فطرت کے اس مرحلہ میں ہر انسان نیک اور صالح ہوتا ہے۔ نیز زندگی کے ہر موڑ اور ہر موقف پر یہ "لائٹ" کا کام دیتی رہتی ہے البتہ جب دوسرے مزاحم موثرات کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کی روشنی مدھم پڑ کر دب جاتی ہو اور زندگی کے احوال و کوائف میں مزاحم کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔

"LEXXICAN" کی لغت میں فطرت کی یہ تعریف ہے۔

فطرت بچہ کی وہ نیچرل کانسٹیٹوشن ہے جس پر کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں روحانی لحاظ سے بنایا جاتا ہے۔ "روسو" کے نزدیک انسان فطرتاً نیک پیدا ہوتا ہے "پتالوزی" اپنے دورِ اول اور دورِ آخر میں اسی کا قائل تھا۔ لے

اسلامی مفکرین کے خیالات بھی فطرت کے بارے میں یہی ہیں البتہ یہ واضح رہے کہ قوتِ ملکیہ اور قوتِ بہیمیہ کی جو بحث اسلامی لٹریچر میں بکثرت آتی ہو اس کا تعلق فطرت کے ماسوائے دبدی کے "محركات" سے ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر یانگ "Jung" نے "Persena" اور "Anima" کے نام سے جو بحث کی ہے وہ قوتِ ملکیہ اور بہیمیہ سے ملتی جلتی ہو نہ کہ فطرت سے ہے۔

وراثت کے اثرات | (۲) وراثت - انسان میں کچھ خاصیتیں اور صلاحیتیں بذریعہ وراثت نفوذ کرتی ہیں جو مزاج اور طبیعت میں ذہیل بن کر سیرت سازی میں اثر انداز ہوتی ہیں۔ جس طرح انسان کی ظاہری صورت لے پتالوزی کا فلسفہ تمدن و تعلیم لے شاہ ولی اللہ کا فلسفہ تعلیم۔

ابتدا میں بنتے وقت اثر قبول کرتی ہے اسی طرح اس کی معنوی صورت بھی اثر پذیر ہوتی ہے۔ اس مرحلہ میں چونکہ والدین زیادہ قریب ہوتے ہیں اس لئے ان کی اچھائی اور بُرائی کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔ پھر ان کے توسط سے تمام ان لوگوں کا جن کا والدین پر اثر ہوتا ہے۔

اثر وراثت کے ثبوت میں "اجتماعیات" کے چند اقتباس یہ ہیں:-

"اخلاق ایک موروثی چیز ہے اور وراثت کو صرف وراثت ہی زائل کر سکتی ہے۔

ایک اور موقع پر ہے۔

"قوم صرف مادیات میں اپنے اسلاف کی پیروی نہیں کرتی بلکہ وہ ان کے جذبات و احساسات

سے بھی متاثر ہوتی ہے" لے

نفسیات و اجتماعیات کے بعض ماہرین نے وراثت کو سب سے زیادہ مؤثر قرار دیا ہے۔ لیکن کب ریاضت کا قانون اتنی اہمیت تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں ہو۔ ان ماہرین کے پاس زیادہ تر وہ تجربے ہیں جو رصد گاہوں میں "چوہے بندر وغیرہ حیوانات پر کئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسان کے بارے میں ہر موافق پر یہ تجربے کس طرح حتمی اور قطعی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ جبکہ انسان کو دیکھنے کے لئے جس نگاہ اور بلندی کی ضرورت ہو موجودہ دنیا کے پاس نہ وہ نگاہ ہو اور نہ بلندی جیسا کہ آگے تفصیل سے معلوم ہوگا۔

ماحول کے اثرات | ۳۔ ماحول۔ انسان شعوری اور غیر شعوری طور پر ماحول کی تمام چیزوں سے متاثر ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ تاثر مزاج اور طبیعت میں دخیل بن جاتا ہے جس کا اثر اعمال و اخلاق میں نمایاں ہونے لگتا ہے۔

ماحول کی دو قسمیں ہیں (۱) مادی اور (۲) اجتماعی۔ مادی ماحول میں زندگی کی ضروریات اور تفریحات داخل ہیں۔ مثلاً زمین۔ مکان۔ باغ۔ دریا۔ نہر۔ چشمہ۔ فضا۔ آب و ہوا وغیرہ۔

اور اجتماعی ماحول میں تمدن اور مذہب کو پیدا کرنے والی تمام چیزیں داخل ہیں۔ جیسے مدرسہ تعلیم

لے انقلاب الامم ص ۵ و ص ۱۳

اخلاق انکار و عقائد ادب فن پیشہ وغیرہ

ماحول کے اثرات کے بارے میں چند رائے یہ ہیں

ابن خلدون کہتے ہیں :-

” انسان کے جسم اور اخلاق پر ” اقلیم “ درجہ حرارت آب و ہوا قحط و ارزانی وغیرہ تمام چیزوں

کا اثر پڑتا ہے “ ۱

ڈاکٹر لیبان نے مادی ماحول کو کمتر درجہ کا مؤثر قرار دیا ہے۔ صرف اس صورت میں اثر تسلیم کیا ہے جبکہ

قوم اپنے دور تکوین میں ہو اور قدیم موروثی اخلاق کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا ہو البتہ اس نے اجتماعی ماحول کو کافی اہمیت دی ہے۔ ۲

لیبان کے علاوہ قدیم و جدید فاسفیوں (ارسطو بقراط ابن سینا ادیب جاحظ وغیرہ)
مورخ سعودی مونتسکیو وغیرہ نے مادی ماحول کو کافی اہمیت دی ہے۔ ۳

پستابوزی کہتا ہے۔

” ہم نے جہاں تک دیکھا انسان کو اپنے ماحول کے اثر سے متاثر دیکھا۔ ۴

جہاں تک واقعات و مشاہدات کا تعلق ہو ماحول کا اثر وراثت سے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے

حتیٰ کہ وراثت بھی ماحول سے کافی متاثر نظر آتی ہے جن حاجتوں اور صلاحیتوں کو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بذریعہ

وراثت آئی ہیں اگر ان کی تحلیل کی جائے تو ان کا بیشتر حصہ ماحول کا پیدا کردہ دکھائی دے گا۔

تربیت کی کارگزاریاں (۴) تربیت۔ اس کے ذریعہ اشخاص کے حالات و مزاج اور مرقی (تربیت

کرنے والا) کی فکری و عملی زندگی کے لحاظ سے مختلف قسم کے اثرات نمودار ہوتے ہیں۔

انسان کی جبلت کے پیش نظر تربیت کا اثر کس حد تک ظاہر ہوتا ہے؟ اس کو جدید و قدیم فنی

اصطلاحات سے ہٹ کر اس طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۔ سفدر ابن خلدون المقدمة النجاست ۲۔ انقلاب الاثم ص ۲۸۶ ۱۳ و ۱۳۰ و ۱۳۱

۳۔ ابن خلدون از ڈاکٹر طاہر ۴۔ پستابوزی کا فلسفہ تمدن و تعلیم۔

انسان میں دو قسم کی صفیں پائی جاتی ہیں (۱) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے ہے مثلاً غصہ اور سہولت کی کمی بیشی ذکاوت و ذہانت کند ذہنی قوت یا داشت اور معاملہ فہمی کی صلاحیت وغیرہ۔
 یہ صفیں انسان کی سرشت اور خمیر میں داخل شمار کی جاتی ہیں۔ قدیم اصطلاح میں انھیں جبلت کہا جاتا ہے اور جدید اصطلاح کے مطابق ”نفسانی بنیادیں“ ہیں۔

تربیت کے ذریعہ اس قسم کی صفوں میں تبدیلی تقریباً ناممکن ہو یعنی ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ غصہ اور شہوت کو تربیت کے ذریعہ ختم کر دیا جائے یا کند ذہن کو اعلیٰ قسم کا ذہین بنا دیا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہو کہ ان کے استعمال کا رخ پھیر دیا جائے اور ایک حد تک ان میں نکھار پیدا کر دی جائے جس سے مظاہرہ کی شکلیں بدل جائیں۔

(۲) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے تو نہیں ہو لیکن بار بار کرنے سے ایسی مشق اور عادت ہو گئی ہے کہ گویا طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔

ایسی صفیں انسان کی اختیاری ہیں جس طرح قصد و ارادہ سے عادت ڈالی جاتی ہے اسی طرح مختلف تدبیروں کے ذریعہ عادت چھوڑی جاسکتی ہو یہ

تربیت میں قوت ارادی کو زیادہ	تربیت میں دراصل قوت ارادی کو زیادہ مضبوط بنانے کی ضرورت ہوتی
مضبوط بنانے کی ضرورت ہوتی ہے	ہو و علماء اخلاق کی رائے ہو کہ انسان کا مستقبل وراثت اور ماحول سے کہیں زیادہ اس کے ارادہ پر موقوف ہو۔ انسان کی دوسری صفوں کی طرح ”ارادہ“ کے بھی تشخص کے لحاظ سے مختلف درجے اور مرتبے ہوتے ہیں۔ کسی کا ارادہ فطرتاً قوی ہوتا ہے کسی کا کمزور اور کسی کا متوسط درجہ کا ہوتا ہے۔

تربیت کے ذریعہ کمزور ارادہ کو ایک حد تک قوی اور قوی سے قوی تر بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی تربیت کے لئے بہترین زمانہ بچپن کا زمانہ ہے۔ بعض ترقی یافتہ ممالک میں کچھ لوگ تیسرے اور چوتھے سال ہی سے بچہ کی حتی المقدور ایسی تربیت شروع کر دیتے ہیں اور ان کی کوشش اس میں بڑی

۱۵ کشف الطنون لطیف حلاق جلدی ص ۲۱ تا ۲۴۔

حد تک کا بنایا بھی ہوتی اس جگہ خواہش اور ارادہ کے فرق کو سمجھ لینا چاہیے۔ ارادہ ایک فعلی اور کارکن کیفیت کا نام ہے اور خواہش ایک انفعالی اور کار پذیر حیثیت ہے۔ ارادہ کے لئے عمل شرط ہے بلکہ ارادہ کی انتہا عمل کی ابتداء ہوتی ہے۔ اسی بنا پر علماء اخلاق نے انسان کے مستقبل کو بڑی حد تک اس کے ارادہ پر موقوف قرار دیا ہے۔

مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ تربیت کا اثر دونوں قسم کی صفوں میں ظاہر ہوتا ہے لیکن صفوں کے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے اثر کی نوعیت میں کافی فرق ہوتا ہے۔

تربیت کے اثر کے بارے میں اس موقع پر اس شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جب جسمانی تربیت سے جسم میں ایک شبہ کا جواب کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے تو ذہنی و نفسی تربیت سے ذہن میں بھی تبدیلی نہ ہونی چاہیے۔ دراصل انسان کی ذہنی ساخت قوتِ ارادی کی بنا پر جسمانی ساخت سے کہیں زیادہ پچکدار اور جذب و انجذاب کو قبول کرنے والی ہے اس بنا پر ذہن کو جسم پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

پھر یہ قضیہ ہی تسلیم نہیں ہے کہ جسم تربیت کے اثر کو بالکل نہیں قبول کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سخت اور کچے لوچ ہونے کے باوجود ورزش وغیرہ تربیت سے جسم ایک حد تک سڈول اور خوشناما بن جاتا ہے۔ اسی طرح کسی حصہ کو غلط استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے وہ بے ڈول اور کسی قدر بد نما ہو جاتا ہے۔ جب ورزش اور عادات سے یہ جسمی تفاوت مشاہدہ میں آتا رہتا ہے تو ذہن و نفس میں ذہنی و نفسی ورزشوں اور عاداتوں سے مذکورہ تبدیلیاں تسلیم کرنے میں کوئی دشواری ہے؟ جبکہ جسم کے مقابلہ میں ذہن و نفس کہیں زیادہ پچکدار اور جذب و انجذاب کو قبول کرنے والے ہیں۔

فطرت کی ہر حیثیت سے حاصل یہ ہے کہ وراثت اور تربیت جیسے قومی موثرات کے ہوتے ہوئے نہ فطرت حفاظت ضروری ہے بے غل و غش باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہی اس کی صدا اتنی پرکشش و زور دار بن سکتی ہے

کہ مزاحمت کا توڑ کئے بغیر ہر موڑ و ہر موقف پر رہنمائی کے فرائض انجام دیتی رہے۔

فطرت سے کام لینے کے لئے ضروری ہے کہ زندگی کے مثبت و منفی (Positive and Negative)

۱۵ عروج و زوال کا الہی نظام ص ۵۵ ۱۶ مقالہ افادیت از جان اسٹوارٹ ول ۱۷ فلسفہ نفس ص ۸۶

دونوں قسم کے تاروں کا تعلق اس سے جوڑا جائے (ایک نظم کے ماتحت اوامر و نواہی کے سلسلہ پر عمل کیا جائے) جیسی اس میں روشنی ہو کر یہ روشنی زندگی کے لئے قابل اعتبار بن سکتی ہے۔ ایک ”پودا“ کہ جس کی کوپل ”نکلنے کے ساتھ ہی کیڑے اس کا ”رس“ چوس لیتے ہوں کیڑوں کا علاج کے بغیر یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ ”پودا“ اپنی برگ و ہار کی فطری صلاحیت کی بنا پر تناور درخت بن جائے گا۔ ۹۰

اسی طرح جب تک اس کو بہتر غذا (کھاد) اور آب و ہوا نہ پہنچتی ہے گی یہ کیونکر ممکن ہو کہ حرارت و برودت کو جذب کر کے اپنی ”توانائی“ برقرار رکھ سکے گا؟

فطری مذہب دالی فطرت | یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر ”پودا“ کو مناسب خوراک نہ کسی حیثیت سے محفوظ نہیں ہے | پہونچائی گئی اور مضر اثرات (کیڑوں وغیرہ) سے اس کے تحفظ کا بندوبست نہ کیا گیا تو قومی اندیشہ ہے کہ یہ ”کیڑے“ زمین میں جذب ہو کر ”کھاد“ بن جائیں اور پھر اپنے موافق آب و ہوا پا کر نئی کوپل اور نئے انداز کی برگ و ہار کا سبب بنیں۔

ایسی صورت میں خود مینی کی نگاہیں یقیناً دھوکہ کھا کر پودا کی نشاۃ ثانیہ کو اصلی اور فطری بنائیں گی۔ لیکن حقیقت مینی کی نگاہوں سے وہ ”کیڑے“ مخفی نہ رہ سکیں گے جنہوں نے ”رس“ چوس کر توانائی حاصل کی اور پھر کھاد کی شکل میں تبدیل ہو کر نئی برگ و ہار کا باعث بنے۔

غرض مذکورہ فطری مذہب میں زندگی کی کائنات جس بھول فطرت کے حوالہ کی گئی ہے نہ اس کی غذا کا کوئی بندوبست کیا گیا ہے اور نہ ہی کیڑوں سے تحفظ کی تدبیر بتائی گئی ہے۔ بالآخر جس بات کا قومی اندیشہ تھا وہی ظاہر ہو کر رہی کہ کیڑوں (مزاحم موثرات و محرکات) نے فطرت کا ”رس“ چوس کر اس کو بے جان بنا دیا اور زندگی میں جذب ہو کر نئے انداز میں اس کی تشکیل کی۔ پھر نہ فطرت کی اصلی تعبیر باقی رہی اور نہ اس پر مبنی انسانیت کی اصلی توجیہ برقرار رہی نہ کسی ایک تعبیر سے مضبوطی کے ساتھ زندگی میں رہنمائی حاصل کی گئی اور نہ کسی ایک توجیہ پر قناعت کی راہ اختیار کی گئی۔

مذہب فطرت کی تردید کے بعد | بہر حال اس حالت کے باوجود مذہب فطرت کی تردید ہونی جس کا لازمی نتیجہ مذہب وحی کی ضرورت نہ سمجھی گئی | یہ نکلا کہ مذہب وحی سے پیرا رہی عام ہو گئی اور وسیع حلقوں میں یہ خیال

راسخ ہو گیا کہ زندگی کے نظریات و کردار کے تعین کے لئے مذہبی سند و تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ فطرت اور عقل کے ذریعہ انسان جو بصیرت حاصل کرتا ہو وہ کافی طور پر اس کی رہنمائی کر سکتی ہو۔

اس مذہبی گروہ پر پھر بھی مذہب فطرت کی نقاب پڑی ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ایسا گروہ چلتا رہا جو رہنمائی کے لئے اس مذہب کی بھی ضرورت نہ سمجھتا تھا اور سیاسی مداخلت کی وجہ سے یہ دونوں گروہ اکثر اوقات اس طرح خلط ملط اور خیالات میں یک رنگ ہو جاتے تھے کہ ان میں کسی قسم کا فرق کرنا نہایت دشوار تھا۔ ابتداء میں ڈی ایسٹ "DEIST" (معتقد خدا بے وحی) کی اصطلاح غالباً فطری مذہب والوں کے لئے مقرر ہوئی تھی لیکن بعد میں یہ لقب ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوا جو معاملات میں خدا کی معجزانہ مداخلت کے بھی منکر تھے۔

پھر اٹھارھویں صدی کے آغاز میں "آزاد خیال" کی اصطلاح انگریزی ادب میں ظاہر ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ خیال ہر قسم کی تقلید کی زنجیروں سے آزاد ہو گیا۔ اس صدی میں آزاد خیال کہلانے والے بکثرت پیدا ہوئے اور ان میں اپنی صداقت و اہمیت کا احساس ترقی کر گیا کہ جس کے بعد مذہب وحی کی تقلید کی ضرورت نہ باقی رہی۔

اس قسم کی اصطلاحوں کا فلسفیانہ مصرت اگرچہ کچھ نہیں ہے لیکن چونکہ ان سے دور جدید کی ذہنیت سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے اس لئے تمدن و اجتماع کے "قاموس نگار" ان اصطلاحوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ہیں۔

مذہب فطرت کے آغاز | آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کوششوں کا بھی اجمالی تذکرہ کر دیا جائے
سے انجام کا حال | جنہوں نے مذہب فطرت کے آغاز میں نمایاں حصہ لیا ہے تاکہ آغاز ہی سے
انجام کا حال معلوم ہو سکے۔

"نشاط ثانیہ" میں نو افلاطونیوں نے افلاطون کی تعلیم کو جس انداز میں پیش کیا تھا اس میں مذہب فطرت کے خدوخال دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اس کے مطابق خدا اور بقائے روح پر پورا ایمان رکھنے سے

۱۰ تا بیخ فلسفہ جدید۔ جلد اول ص ۴۶۴ مترجمہ خلیفہ عبدالحکیم صاحب

زندگی مذہبی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں۔ اطالیہ کے شہر فلورنس (FLORENCE) میں ایک افلاطونی اکادمی قائم تھی جو نہایت با اثر تھی اور افلاطونی خیالات کی پر زور مبلغ تھی۔

اس کے علاوہ اطالیہ کی تحریک "انسیت" بھی مذہب فطرت جیسے مذہبی خیالات کے تعمیر کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ تحریک ایک ہمہ گیر میلان حیات کی شکل میں رونما ہوئی تھی جو انکشاف انسان پر مبنی تھی اور خصوصی تعلیم یہ تھی کہ فطرت انسانی کا بغور مطالعہ کیا جائے اور اسی کو زندگی کے مرحلات میں بنائے عمل قرار دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک بڑی حد تک اسلامی تعلیمات کی مرہون منت ہے اسلام نے جس انداز میں انسان کی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے بڑی حد تک وہ روح اس کی بنیاد میں بولتی ہوئی نظر آ رہی ہے لیکن اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ مقام اور کردار کی واضح "تقسیم" پیش کی ہے اور فکر و عمل کی حدیں و سمتیں متعین کی ہیں ان سب تعلیمات کی جانب سے یا یوں کن حد تک اس تحریک میں بے اعتنائی برتی گئی ہے۔

ابتداء میں یہ تحریک زیادہ واضح نہ تھی۔ انسانیت کا کوئی معین تصور اس کے سامنے تھا اور نہ اس کے ارتقار کی راہ متعین تھی۔ اس بنا پر ایک عرصہ تک ایسا محسوس ہوتا رہا کہ اس میں مذہب وحی کے "مقابل" بننے کے جراثیم نہیں ہیں اور جدید انسانیت و مذہب دونوں دوش بدوش چل سکتے ہیں۔ چنانچہ "کلیسا" اپنے مفاد کے حصول کے لئے اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ مذہب وحی کے ساتھ اس کی مزاحمت بے نقاب ہو کر سامنے آ گئی اور اس نئی شراب نے پرانے شیشوں کو توڑ ڈالا۔

معارف الحدیث

یعنی احادیث نبوی کا جدید انتخاب۔ اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ۔ از مولانا محمد منظور صاحب

نعمانی۔ قیمت 3/75 جلد دوم 4/75 کامل ہر دو 8/50

مکتبہ برہان اردو بازار۔ دہلی ۵